ماہنامہ

دوآب

Tara Group™

ISSN 2306-6563
VOLUME 09 ISSUE 01 AUGUST 2024

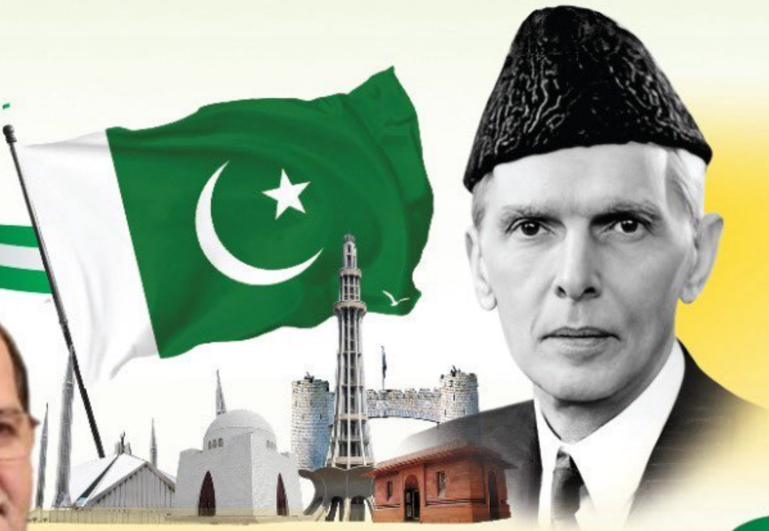

فرمان قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ

تعلیم ہمارے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، دنیا اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے کہ تعلیم میں مطلوبہ ترقی کے بغیر ہم نہ صرف دوسروں سے پیچھے رہ جائیں گے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ جائیں۔ کراچی 26 ستمبر 1947ء

اِن شاءاللہ

یہ ملک قائم ودائم رہے گا۔ آپ لوگوں کی محنت کی بدولت پاکستان ایک ترقی یافتہ ملک بنے گا اور آپ کی یونیورسٹی پاکستان کی اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں میں سے ایک ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر قیصر عباس وائس چانسلر یونیورسٹی آف سرگودھا

UNIVERSITY OF SARGODHA
GROWING WITH CONFIDENCE

THE WORLD UNIVERSITY RANKINGS 2024

	Pakistan	Punjab
301-350 Ranked at THE Young University, 2024	1st University in Teaching	1st University in Teaching
351-400 Ranked at in THE Asia University	1001-1200 Ranked at THE World University	801-1000 Ranked at THE Impact

یونیورسٹی آف سرگودھا اور تارا گروپ کی مشترکہ کاوش

www.uos.edu.pk www.taragroup.com.pk Project # 03/06/03388

Scanned with CamScanner

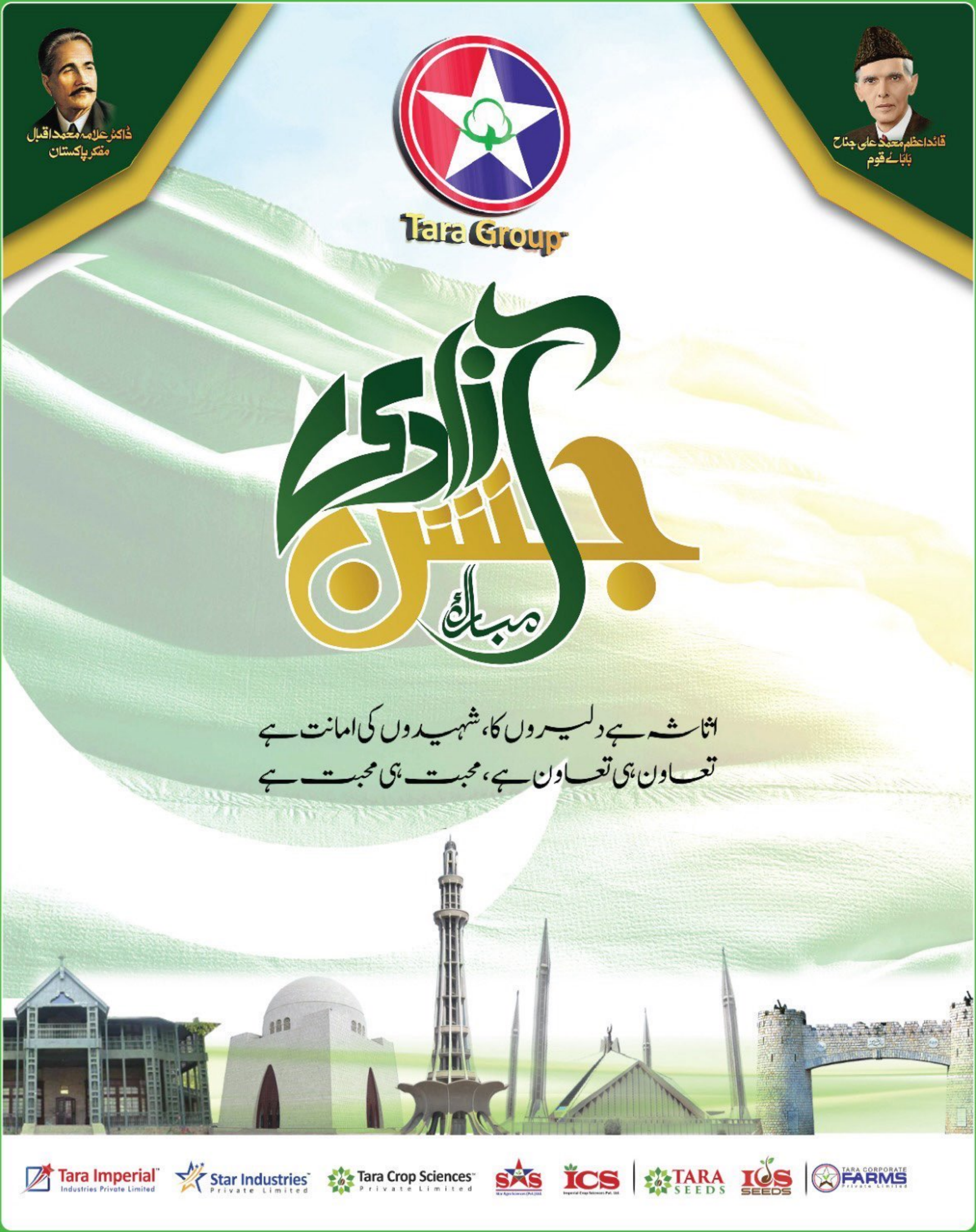

Scanned with CamScanner

ماہنامہ
دوآب

سرپرست اعلیٰ
پروفیسر ڈاکٹر قیصر عباس
وائس چانسلر یونیورسٹی آف سرگودھا

سرپرست
پروفیسر ڈاکٹر میاں غلام یٰسین
پرووائس چانسلر یونیورسٹی آف سرگودھا

مدیر اعلیٰ
پروفیسر ڈاکٹر اعجاز رسول نُورکا
چیئرمین پلانٹ بریڈنگ اینڈ جینیٹکس یونیورسٹی آف سرگودھا

مدیر منتظم
ڈاکٹر خالد حمید
چیئرمین تارا گروپ پاکستان

مجلس مشاورت

- پروفیسر ڈاکٹر محمد علی تمغہ امتیاز، ستارہ امتیاز ۔ وائس چانسلر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
- پروفیسر ڈاکٹر سید دلنواز حسین گردیزی، سابق وائس چانسلر جامعہ کوٹلی، یونیورسٹی آف آزاد جموں کشمیر
- پروفیسر ڈاکٹر فیاض الحسن چیئرمین نیشنل ایگریکلچر ایجوکیشن ایکریڈیشن کونسل، اسلام آباد
- پروفیسر ڈاکٹر سائرہ اظہر، ڈین فیکلٹی آف فارمیسی، اقراء یونیورسٹی، کراچی
- پروفیسر ڈاکٹر احمد رضا بلال، ڈائریکٹر اورک یونیورسٹی آف سرگودھا
- ڈاکٹر جاوید احمد، چیف سائنٹسٹ / ڈائریکٹر گندم، ایوب زرعی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، فیصل آباد
- پروفیسر ڈاکٹر عمیر ارشد باجوہ، چیئرمین فوڈ سائنسز، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد
- ڈاکٹر محمد راشد قریشی، آئی سپشلسٹ و پروگریسیو فارمر القاسم باغ، ڈیرہ غازی خان

مجلس ادارت

- محمد مٹھل جسکانی، سابق پروفیسر، سندھ ایگریکلچر، یونیورسٹی ٹنڈو جام، سندھ
- ڈاکٹر صائمہ ہاشم ۔ انوائرمنٹ سپشلسٹ، ورلڈ بینک پشاور، خیبر پختونخواہ
- ڈاکٹر شاداب شوکت، لسبیلہ یونیورسٹی آف ایگریکلچر، واٹر اینڈ میرین سائنسز لسبیلہ، بلوچستان
- امتیاز علی ۔ ڈپٹی ڈائریکٹر ایگریکلچر، سکردو، گلگت بلتستان
- ڈاکٹر ضیاء الدین خان محسود، ساؤتھ وزیرستان
- ڈاکٹر سمیرا مقصود، اسسٹنٹ پروفیسر، کوہسار یونیورسٹی مری، پنجاب
- ڈاکٹر محمد عارف ۔ ایسوسی ایٹ پروفیسر اینمل سائنسز یونیورسٹی آف سرگودھا
- عبدالمجید رامے ۔ جنرل منیجر مارکیٹنگ، تارا گروپ

کمپوزنگ ۔ شمس جیلانی

تمام تحریریں وسیع تر قومی مفاد، زرعی شعور اور معاشرتی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے شائع کی جاتی ہیں، تاہم ادارے کا کسی تحریر یا صاحب تحریر کے خیالات اور نظریات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

اداریہ!

جیسا بھی ہے گھر تو اپنا ہے

قیام پاکستان کے ساتھ ہی حاکم سے محکوم ہونے والی قوم ایک بار پھر سے حاکم بن گئی۔ یہ حاکمیت حکم الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصی محبت میں معرض وجود میں آئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین تحفوں میں سے ایک تحفہ ہے۔ حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت اور مرشد اقبالؒ کی انقلابی شاعری کا صلہ بھی ہے۔ قائدین محترم نے نوجوانوں کو تحریک پاکستان کا ہراول دستہ قرار دیا تھا۔ وہی نوجوان جو دریاؤں، ہواؤں اور سازشوں کا رخ موڑ دیتے تھے۔ آج ان پر خدانخواستہ بے دلی، مایوسی، نا اُمیدی اور لاتعلقی چھائی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ شاید ان کی تعلیم و تربیت میں ہم سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو کہ وہ ایک عارضی، انتظامی عدم استحکام اور معاشی مشکلات سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ یہ درست ہے کہ تبدیلی ایک مسلسل عمل ہے جس کو روکنا محال ہے اور یہ ایک فطری عمل بھی ہے اور ضرورت بھی۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قوموں کی زندگی میں ستر اسی سال کوئی لمبا عرصہ نہیں ہے، مگر قوموں کے بناؤ بگاڑ، سمت کے درست تعین، اداروں کے استحکام، مزاجوں اور رویوں کے سدھرنے کے لئے بلاشبہ ستر اسی سال کافی ہوتے ہیں۔ آج آزادی کی سالگرہ کے موقع پر نوجوانوں سے التماس ہے کہ آزادی کی قیمت کو پہچانیں۔ اگست کا مہینہ حب الوطنی اور تجدید عہد کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں پرچموں کی بہار آجاتی ہے۔ بچے بڑے ہاتھ میں پرچم تھامے لبوں پر قومی ترانے گاتے نظر آتے ہیں۔ بلاشبہ قومی ترانہ ملک کی شناخت، ثقافت اور حب الوطنی کا اظہار ہوتا ہے۔ پاکستان کا قومی ترانہ جو پاک سرزمین بھی کہلاتا ہے، سرکاری طور پر 1954ء میں وطن عزیز کا قومی ترانہ قرار پایا۔ جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری نے ایک انوکھی شاعرانہ ترکیب سے اُسے لکھا جو اختصار کے باوجود اپنے اندر پاکستان کی اصل روح، اس کی سالمی بنیاد، نظریہ، اخلاقیات، امنگوں، بے پناہ جذبات واحساسات اور طاقت رکھتا ہے۔

پاک سرزمین شاد باد — کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان — ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

اے مقدس سرزمین تو ہمیشہ بستی رہے، خوشحال رہے کیونکہ تو بلند ہمتی کا روشن نشان ہے۔ اے پاک سرزمین تو ہمارے ایمان واتحاد اور یقین کا مرکز بنا رہے اور ہمیشہ قائم ودائم رہے۔

پاک سرزمین کا نظام — قُوتِ اُخوّتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت — پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

اس ملک کا نظام، محبت، بھائی چارے اور اتحاد سے چلتا رہے، یہ قوم، یہ ملک، یہ سلطنت ہمیشہ زندہ رہے اور روشن رہے۔ ہم ہر مقصد خوشحالی کے راستے سے حاصل کریں۔

پرچمِ ستارہ و ہلال — رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال — جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

یہ چاند ستارے والا پرچم ہماری ترقی اور عروج کا راہنما بنا رہے۔ یہ ہمارے شاندار ماضی، موجودہ عظمت کو بیان کرتا رہے اور ہم ہر آنے والے کل کی حفاظت مانگتے ہیں۔

ان شاء اللہ ملکی ترقی وخوشحالی کا یہ سفر نوجوان نسل کے عزم صمیم، نظریہ پاکستان سے عملی وابستگی اور جہد مسلسل سے ہی پایہ تکمیل کو پہنچے گا اور یہی چیزیں قومی بقاء اور پاکستان کی ترقی کی ضمانت ہے۔

دعاگو: پروفیسر ڈاکٹر اعجاز رسول نُورکا
چیف ایڈیٹر۔ دوآب
Email: chiefeditordoab@gmail.com
0300-6600301

نفع بخش کاشتکاری کی خشت اول تجزیہ اراضی و پانی

پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور، ڈاکٹر محمد ذیشان منظور
یونیورسٹی آف سرگودھا

پانی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت ہے جس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا اگر ایسا کہا جائے کہ پانی زندگی کی علامت ہے تو اس میں کچھ غلط نہیں ہوگا۔ پاکستان کی زراعت میں پانی اور مٹی بڑی اہمیت کی حامل ہیں ان کے تجزیہ کی بغیر کوئی بھی فصل نہیں اُگائی جاسکتی۔

پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور اس کی معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے جبکہ زراعت کا دارومدار زمین اور پانی پر ہے۔
مسلسل فصلوں کی کاشت سے زمین کی زرخیزی کم ہوجاتی ہے اور اس کا زمین کی پیداواری صلاحیت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ زمین کی زرخیزی کو جانچنے کے لئے زمین کے ٹیسٹ کئے جاتے ہیں جس کو زمین کا تجزیہ کہتے ہیں۔ زمین کا تجزیہ وہ کیمیائی عمل ہے جس کے ذریعہ زمین کی زرخیزی، زمین میں موجود خوراک، اجزاء کی مقدار وزمین کا تعامل، نمکیات کی مقدار یعنی سفید اور کالا کلر، ضرورت جپسم، نامیاتی مادہ اور زمین کی ساخت کے بارے میں علم ہوسکے۔ تمام زرعی پیداوار کا انحصار مٹی کی زرخیزی پر ہے۔ زمین کی زرخیزی کا اندازہ لگانے کے لئے تجزیہ اراضی کو انتہائی فوقیت حاصل ہے نیز یہ تجزیہ کیمیائی، طبعی اور حیاتیاتی خواص کا تخمینہ اور اس کی پیدواری صلاحیت کا ذریعہ ہے۔ اس طرح ہم نہ صرف زمین کی ساخت، کلر اور تھور، نامیاتی مادے کی مقدار اور اس میں موجود نمکیات، زمین کا تعامل، جپسم کی ضرورت، قابل حصول نائٹروجن، فاسفورس، پوٹاش، کیلشیم، میگنیشیم، گندھک، زنک، بوران، لوہا اور تانبا کے بارے میں درست معلومات سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں بلکہ تجزیاتی نتائج کی روشنی میں زمین کی زرخیزی بحال رکھنے، کلراٹھی اور تھور زدہ زمینوں اصلاح، پودے کی افزائش کے لئے بہترین ماحول اور اچھی پیداوار کے لئے کھادوں کی سفارشات مرتب کرسکتے ہیں جو کہ نفع بخش کاشتکاری کی خشت اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تجزیہ اراضی کے پروگرام کو عام طور پر چار مختلف مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

- **زمین سے نمونہ حاصل کرنا۔**
- **نمونہ میں موجود عناصر کبیرہ وصغیرہ کی مقدار کا تجزیہ۔**
- **تجزیہ کے نتائج کی روشنی میں رپورٹ تیار کرنا۔**
- **کیمیائی کھادوں کی اقسام اور دیگر ضروری اقسام کی سفارش کرنا۔**
- **تجزیاتی نتائج کا انحصار مٹی کی اس نمونے پر ہے جس تجزیے کے لئے لیبارٹری میں پہنچتا ہے۔** مٹی اور پانی کے نمونہ جات کے تجزیہ کے لئے حکومت پنجاب نے ہر ضلع کی سطح پر مٹی اور پانی کا تجزیہ کرنے والی لیبارٹریز قائم کی ہیں جہاں زرعی ماہرین مٹی اور پانی کے نمونہ جات کا تجزیہ کرتے ہیں اور کسان بھائیوں کو زمین کی زرخیزی اور کلراٹھی زمینوں کی اصلاح کے بارے میں مشورے دیتے ہیں۔ زمین کی زرخیزی کا ٹیسٹ کروانے کے لئے 0-6 اور 6-12 انچ کی گہرائی سے دو مرکب نمونے حاصل کئے جاتے ہیں اور زمین میں کلر کی شدت معلوم کرنے لے لئے 0-6 انچ، 6-12 انچ اور 12-24 انچ کی گہرائی تک تین مرکب نمونے حاصل کئے جاتے ہیں۔ پھل دار پودوں اور جنگلی درختوں کی کاشت کے لئے مٹی کے مرکب نمونے چھ فٹ گہرائی تک ایک فٹ وقفہ سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ مٹی کے نمونہ جات حاصل کرنے کیلئے ایک آلہ (سائل آگر) استعمال کیا جاتا ہے۔ مٹی کے لفافوں پر زمیندار کا نام، نمونے کی گہرائی، نمونہ لینے کی تاریخ، کلہ نمبر اور مربع نمبر اور اگر ممکن ہوسکے تو جی پی ایس لوکیشن بھی ضرور لکھ دینی چاہئے۔

مٹی کا نمونہ کھیت میں ایسی جگہ سے نہ لیا جائے جہاں زمین کا ٹکرا ناہموار ہو، پانی کی گزرگاہ ہو، کھال یا نالی ہو، جانوروں کے بیٹھنے کی جگہ ہو یا جہاں کھیت میں کھاد استعمال کی ہو۔

پانی کے تجزیہ کی اہمیت۔ مٹی کے تجزیہ کے ساتھ ساتھ پانی کے تجزیہ کی اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہمارے ملک کا 70 فیصد زیرزمین پانی یا تو خراب ہے یا درمیانے درجے کا جس کے استعمال سے زمین میں کلر اور تھور کا مسئلہ تیزی سے بڑھ رہا ہے اور فصلوں کی پیداوار متاثر ہورہی ہے۔ زیرزمین پانی کے استعمال کے لئے ٹیوب ویل کے پانی کا تجزیہ کروانا اور اس کی سفارشات حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ کسان بھائیوں کو پای کا نمونہ لیتے ہوئے ان باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔

۱۔ پانی کا نمونہ پلاسٹک یا شیشے کی صاف بوتل میں لیا جائے۔
۲۔ بوتل کو دھونے کیلئے صابن یا سوڈے کا استعمال نہ کیا جائے۔
۳۔ پانی کا نمونہ ٹیوب ویل کے پائپ کے قریب سے لیا جائے۔
۴۔ نمونہ لینے سے پہلے ٹیوب ویل کو آدھا گھنٹہ کم از کم ضرور چلائیں۔
۵۔ نمونہ حاصل کرنے کے بعد بوتل کو اچھی طرح بند کیا جائے، اس پر زمیندار کا نام، بور کی گہرائی، نمونہ لینے کی تاریخ اور زمیندار کا ایڈریس لکھا جائے۔

مٹی اور پانی کے حاصل کردہ نمونہ جات کو متعلقہ ضلعی مٹی اور پانی کا تجزیہ کرنے والی تجربہ گاہ میں بھیجا جائے جہاں ہمارے زرعی ماہرین ان نمونہ جات کا تجزیہ کرتے ہیں اور کسان بھائیوں کو زمین کی زرخیزی اور زیرزمین پانی کے استعمال کے متعلق موثر مشورے دیتے ہیں۔

ساون کا مہینہ، پون کرے شور اگست کا مہینہ، کسان پکڑے زور

محمد مٹھل جسکانی۔ سندھ ایگریکلچر یونیورسٹی، ٹنڈو جام

ویسے تو بارش کبھی بھی برس سکتی ہے، چاہے کسی کی آنکھیں برسا کر گال گیلے کرے یا پھر کبھی کم، کبھی زیادہ بارش ہو، بچے بھی جوان ہوجائیں، بوڑھے بھی جوانی میں لوٹ جائیں۔ اسی لئے یہی تو شاعر نے فرمایا۔' گویے نے گایا، ذہنوں میں چھایا'
ساون کا مہینہ، پون کرے شور،
لمبی سانسیں اٹھائے ہوئے، یادیں تازہ کرتے ہوئے اگست کا مہینہ اگر یاد کیا جائے تو یاد آجاتی ہیں بارشیں۔ جو کہ کبھی اگست سے پہلے، کبھی اگست کے بعد مگر برستی ہیں تو۔۔۔ بارشوں کی وجہ سے پانی میسر ہوتا ہے۔ لہذا بارشوں کی ضرورت بہرصورت رہتی ہے، شدت سے انتظار رہتا ہے۔ کبھی کبھار بارشیں حد سے یا ضرورت سے زیادہ بھی ہوجاتی ہیں۔ بارشیں اگر ضرورت کے مطابق برسیں تو رحمت اگر بے ترتیب اور زیادہ برسیں تو بارشیں زحمت! ماضی قریب اور ماضی بعید میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ اتنی بارشیں ہوئیں کہ فصل و باغات تو کیا مکانات بھی متاثر ہوئے۔ کوئی ایک دو مکان تو کیا، ڈیرے، گاؤں، شہر بارش کی زد میں تباہ و برباد ہورہے ہیں۔ فصلوں اور باغات کو شدید نقصان پہنچتا رہا ہے۔ اشرف المخلوقات کی وجہ سے انسان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ حالات وامکانات کو ذہن میں رکھے، اپنے اور دوسرے جانداروں کے لئے سوچے، منصوبہ بندی کرے، محفوظ زندگی کی بھرپور کوشش کرے۔ اگست کے مہینے سے پہلے یا دوران کاشتکاروں، کسانوں کو چاہئیے کہ وہ سب سے پہلے اپنی اور مویشیوں کی رہائش کا جائزہ لیں۔ ضروری مرمت یا نعم البدل کا انتظام کریں۔ اپنے فصلات و باغات کو بھی نہ بھولیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ان کے امکانات، دوسری عمارات، راستے، فصلات وباغات زرعی زمینوں میں سہی ہیں یا پانی کی فطری قدرتی گزرگاہوں میں تو نہیں۔ یاد رکھیں، بارش کا پانی گھروں، مکانوں سے بے شک باہر نکالیں اس کے ساتھ اپنے فصل و باغ سے بھی بارش کا اضافی پانی باہر نکالنے کی ہر ممکن کوشش بھی کریں مگر یہ نہ بھولیں کہ بارش کا بڑھا ہوا پانی سیلابی صورتحال اختیار کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں 'صنم ہم تو ڈوبیں گے' یاد رکھا جائے۔ **پانی کی قدرتی، فطری گزرگاہ کو بارشوں کے دوران خالی اور صاف رکھیں تا کہ اضافی پانی اپنے انجام کو نکل جائے ورنہ پورا علاقہ سیلاب کا شکار ہوجائے گا۔** بارشوں میں سیلابی صورتحال اس صورت میں برپا نہیں رہتی جب نکاسی آب پانی کی فطری گزرگاہوں کے پیش نظر ممکن بنائی جائے یا پھر اپنی زمین میں دوسروں کا پانی روکنے اور اپنا پانی بند رکھنے پر زور دیا جائے کیونکہ اضافی پانی کسی کو بھی قبول

Scanned with CamScanner

نہیں۔لہذا اگر آپ کو دوسرے کا پانی نہیں چاہئے تو آپ کا پانی بھی اپنے علاقے میں محدود رکھیں۔ساون کا مہینہ، پون کرے شور، بھی سر آنکھوں پر، بارشوں کو بھی خوش آمدید لیکن اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے نہ صرف اپنا اور اپنوں کا خیال رکھنا ہے بلکہ ہر کسی کا خیال رکھنا ہے۔ اگست کا مہینہ ہے، آنکھیں کھلی رکھنی ہیں اور مثبت سوچ و عمل کو اپنانا ہے۔لہذا یاد رکھیں 'اگست کا مہینہ، کسان پکڑے زور'۔۔

دھان کی طرف دھیان

(ڈاکٹر ثنائے مصطفیٰ، ڈاکٹر محمد صابر، ڈاکٹر محمد اعجاز)
تحقیقاتی ادارہ دھان، کالا شاہ کاکو، 17 کلومیٹر جی ٹی روڈ لاہور

پاکستان کا چاول اپنی خوشبو اور کوالٹی کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے جو کہ نہایت اعلیٰ قسم کا چاول ہے اور دوسرے ممالک کے مقابلے میں عالمی منڈیوں میں زیادہ قیمت حاصل کرتا ہے۔

فصل کی آبپاشی۔ اچھی پیداوار حاصل کرنے کے لئے بیج سے لے کر فصل مکمل ہونے تک نہایت توجہ حامل اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے۔اگست کے مہینے میں نرسری منتقل ہونیکا سلسلہ مکمل ہوجاتا ہے۔لہذا اس کے بعد فصل کو تر و تر کا پانی لگاتے رہیں۔اس مرحلہ پر وتر کا پانی دینے سے فصل کا قد مناسب ہوگا اور فصل گرے گی نہیں۔ کیڑے مکوڑوں اور بیماریوں کا حملہ کم ہوگا اور فصل مناسب وقت پر پک جائے گی۔

جڑی بوٹیوں کا کنٹرول۔ دھان کی فصل میں جڑی بوٹیوں زیادہ اُگتی ہیں اور بعض اوقات 50 فیصد تک پیداوار کا نقصان کرسکتی ہیں۔ان کی شناخت ڈیلا کے خاندان سے تعلق رکھنے والی (مثلاً گھوئیں، بوئیں اور ڈیلا) گھاس کے خاندان سے تعلق رکھنے والی (مثلاً ڈھڈن، سوانکی، نڑو اور کھبل) اور چوڑے پتوں والی کے طور پر کی جاتی ہے۔اگست کے مہینے میں سپرے کرنے سے جڑی بوٹیاں تلف کی جاسکتی ہیں۔

کھاد ڈالنے کا وقت۔ اگست کے پہلے ایام یا جولائی کے آخر میں نرسری منتقلی کے بعد آدھی کھاد (فاسفورس+پوٹاش) ڈالنے سے پیداوار میں 3-4 من فی ایکڑ اضافہ ہوسکتا ہے۔

زنک اور بوران کا استعمال۔ اگر بوران کی کمی سے پودوں کی نوکیں سفید اور لیٹی محسوس ہوں تو نرسری منتقلی کے 15 دن بعد زنک سلفیٹ (33 فیصد زنک) بحساب 5 کلوگرام فی ایکڑ یا زنک سلفیٹ (21%) بحساب 10 کلوگرام فی ایکڑ کھیت چھٹہ کر دیں۔

بیماریوں کا کنٹرول۔

پتوں کا جراثیمی جھلساؤ۔ یہ ایک جرثومے کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ پتوں میں قدرتی سوراخوں یا زخموں کے راستے داخل ہوتے ہیں۔ نائٹروجنی کھاد کا بہت زیادہ استعمال، تیز ہوا کے ساتھ بارش اور 25 تا 35 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت، اس کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔نائٹروجنی کھاد کو 3 برابر اقساط میں ڈالنا بیماری کے خلاف بہتر ہوسکتا ہے۔

ضرر رساں کیڑوں کا انسداد۔ دھان کی فسل پر بہت سے کیڑے حملہ آور ہوتے ہیں جو کہ کافی نقصان کا باعث بنتے ہیں۔لہذا ان کا انسداد بہت ضروری ہے۔

کیڑوں کے نام	نقصان کا مہینہ	نقصان کی معاشی حد	تدارک
سفید پشت والا تیلا	اگست	20-15 کیڑے پودا	کوئی ایک سفارش کردہ مائع زہر (سوفی تھیان 50 ای سی) 100 لیٹر پانی میں ملا کر سپرے کریں۔
تنے کی سنڈیاں	اگست	فصل سفید مونجر 5 فیصد	تنے کی سنڈی کے حملے کو روکنے کے لئے پاڈان 4جی، کارٹیپ، پاسبان 4جی یا سپرڈان وغیرہ 2 - 3 انچ کھڑے پانی میں چھٹہ دیں۔

ترشاوہ باغات کے لئے کاشتی اُمور برائے ماہ اگست

- جڑی بوٹیوں کی تلفی بذریعہ ہل یا سپرے کریں۔ نئے پودوں کیلئے گڑھے کھودیں۔
- مائٹروجنی کھاد کی تیسری قسط ڈالیں۔سبز کھاد کے لئے کاشت شدہ فصل کو زمین میں دبادیں۔
- ضرورت کے مطابق آبپاشی کریں۔
- پھل کی مکھی کے لئے جنسی پھندے لگائیں۔
- ناغوں کا جائزہ لیں۔نئے باغ لگانے لئے پودوں کا بندوبست کریں

کپاس کے چیلنجز اور مستقبل کی ضروریات

ساجد محمود۔ سربراہ شعبہ ٹرانسفر آف ٹیکنالوجی سنٹرل کاٹن ریسرچ انسٹیٹیوٹ ملتان

پاکستان میں کپاس کی فصل کو مختلف چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جیسا کہ شدید موسمیاتی تبدیلیاں، کپاس کے کیڑے مکوڑے خاص کر سفید مکھی، گلابی سنڈی اور کپاس کی پتہ مروڑ بیماری کپاس کے بڑے مسائل ہیں۔مزید برآں ارباب اختیار کی جانب سے کپاس کی تحقیق و ترقی میں عدم دلچسپی، تحقیقاتی فنڈز کی قلت، نجی شعبہ خاص کر ٹیکسٹائل انڈسٹری کی جانب سے تحقیقاتی اداروں کو مکمل طور پر سپورٹ نہ کرنا، زرعی مداخل کی بلند قیمتیں، کپاس کے کاشتہ علاقہ جات میں پانی کی کمی، کپاس کی امدادی قیمت کا اعلان نہ ہونا، کاٹن مارکیٹ میکانزم کا کمزور ہونا یہ تمام عوامل کپاس کی پیداوار میں کمی کا باعث بن رہے ہیں جس سے کپاس کی فصل کم منافع بخش بن کر رہ گئی ہے جس کے باعث ہمارا کسان کپاس کو چھوڑ کر دوسری مسابقتی فصلات مثلاً گنا، مکئی، چاول اور اب تل کی فصل کی جانب راغب ہوگیا ہے۔سال 2014-15، ملک میں 14 ملین پیدا ہونے والی کپاس کی گانٹھیں آج بمشکل 8-9 لاکھ گانٹھ تک رہ گئی ہیں۔ **آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ ملک کی کپاس کی ضروریات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔اس وقت ملکی ٹیکسٹائل انڈسٹری کو ڈیڑھ کروڑ گانٹھوں کی ضرورت ہے۔اس ضرورت کو کس طرح پورا کیا جائے یہ زرعی سائنسدانوں کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔** ہمارے ملک میں کپاس کی فی ایکڑ پیداوار میں قابل ذکر اضافہ نہ ہونے کی وجہ سے کاشتکار کے فی ایکڑ منافع میں اخراجات کے تناسب سے اضافہ نہیں ہو رہا۔ لہٰذا وہ کپاس کی فصل کو نسبتاً مشکل، غیر یقینی اور کم ذریعہ آمدن سمجھنے لگا ہے۔اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ کپاس کی فی ایکڑ پیداوار بڑھائی جائے۔سال 92-1991 میں ریکارڈ پیداوار 12.8 ملین گانٹھیں پیدا ہوئیں۔ بدقسمتی سے اس کے بعد پتہ مروڑ وائرس کا حملہ کپاس پر شدید ہوا اور اس بیماری نے وبائی شکل اختیار کر لی، اس وقت جو بھی اقسام زیر کاشت تھیں بڑی طرح متاثر ہوئیں اور ملکی پیداوار 40 فیصد تک گر گئی۔اس چیلنج سے نپٹنے کے لئے سنٹرل کاٹن ریسرچ انسٹیٹیوٹ ملتان کے زرعی سائنسدانوں نے شب و روز محنت کی اور بہت ہی قلیل عرصہ میں سب سے پہلے وائرس کے خلاف قوت مدافعت رکھنے والی کپاس کی اقسام سی آئی ایم۔1100 اور سی آئی ایم۔448 تیار کیں جس نے بہترین نتائج دیئے۔ یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ **تحقیق ایک ایسا شعبہ ہے جس کا ثمر فوری طور پر انسان کو نظر نہیں آتا۔اس کے نتائج دورس ہوتے ہیں۔وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جو ریسرچ کو بھی اتنی**

Scanned with CamScanner

اہمیت دیتی ہیں جتنا کہ لوگوں کی فلاح و بہبود سے وابسطہ دوسرے پروگرامز کو دیتی ہیں۔ لہٰذا اس وقت کی حکومت نے پتہ مروڑ وائرس پر قابو پانے کے لئے تحقیقات کے لئے مخصوص فنڈز مختص کئے، جن کو بروئے کار لا کر سائنس دانوں نے مختصر عرصہ میں قوت مدافعت والی اقسام متعارف کرائیں اور ملک کی صنعت کو رواں دواں رکھنے میں ملکی پیداوار نے اہم کردار ادا کیا۔ اگر ہم نے بروقت کپاس کی فصل پر توجہ نہ دی تو ملک کی سب سے بڑی صنعت ٹیکسٹائل انڈسٹری شدید متاثر ہوگی جس سے وابستہ لاکھوں افراد کے بیروزگار ہونے کا خطرہ ہے۔ ضرروت اس امر کی ہے کہ حکومت کپاس کے ریسرچ اداروں اور ان میں کام کرنے والے سائنسدانوں کی طرف خصوصی توجہ دے ان کے مالی و انتظامی مسائل کے حل کے لئے فوری ایکشن پلان پر عمل کیا جائے۔ اس وقت کپاس کو جو درپیش مسائل ہیں ان میں کیڑے مکوڑوں کے حملہ خاص کر سفید مکھی اور گلابی سنڈی کے تدارک کے لئے خصوصی پلان کی تشکیل بہت ضروری ہے۔ گلابی سنڈی کی آف سیزن مینجمنٹ کمپین پر بھرپور توجہ دی جائے۔ دیہاتوں میں ایندھن کے طور پر جمع کی جانے والی کپاس کی چھڑیوں کے بڑے بڑے ڈھیروں میں لگے سوکھے ٹینڈوں اور کچرے گلابی سنڈی کی آماجگاہیں ہیں ان پر خصوصی توجہ اور کمپین سے گلابی سنڈی کا تدارک ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ گلابی سنڈی کے خلاف پی بی روپس کے استعمال کے بھی اچھے نتائج ملے ہیں اسی طرح سنٹرل کاٹن ریسرچ ملتان کی تیار کردہ کاٹن بول پکر مشین نے بھی گلابی سنڈی کے تدارک کے لئے بہترین اور مؤثر نتائج دئے ہیں۔ یہ مشین کپاس کی آخری چنائی کے بعد کپاس کی چھڑیوں میں بچ جانے والے کچے پکے، سوکھے، ادکھلے ٹینڈے جن میں گلابی سنڈی کے لاروے موجود ہوتے ہیں کی چنائی کر کے کھیت میں موجود چھڑیوں سے الگ کر دیتی ہے۔ حکومت کو چاہئیے کہ وہ اس کاٹن بول پکر مشین کو کپاس کے مرکزی و ثانوی علاقہ جات میں خصوصی تعاون کرتے ہوئے پروموٹ کرے۔ اس مشین کے استعمال سے نہ صرف ملکی پیداور میں اضافہ ہو سکے گا بلکہ گلابی سنڈی کا بھی مؤثر کنٹرول ممکن ہو سکے گا۔ جبکہ سفید مکھی کے تدارک کے لئے مارکیٹ میں اچھی زہریں موجود ہیں۔ کپاس کے کاشتکار کسی مستند اور با اعتماد ڈیلر سے زہریں خرید کر زرعی ماہرین کے مشورہ سے سپرے کے رہنما اصولوں کو مدنظر رکھ کر سپرے کریں تو سفید مکھی کے خلاف اچھا کنٹرول مل سکتا ہے۔ زرعی ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر ہم کپاس کے کیڑے مکوڑوں کے خلاف اسپرے کا استعمال رہنما اصولوں کے مطابق کریں تو ہم کافی حد تک نقصان سے بچ سکتے ہیں۔ اس کے لیے سپرے کی اچھی مشینیں، بہتر نتائج کی حامل نوزلیں اور سپرے کے طریقہ کار پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح پانی کی کمی، جدید پیداواری ٹیکنالوجی سے کاشتکاروں کی لاعلمی اور زرعی پیشہ ورانہ مہارت میں کمی، اچھے معیار و بہتر پیداوار دینے اور کیڑے مکوڑوں کے خلاف مزاحم قسم کے بیجوں کا نہ ہونا ہماری فی ایکڑ پیداوار میں کمی کی بڑی وجہ ہیں۔ **ہمیں کپاس کے بائیوٹیک بیجوں کی طرف صحیح معنوں میں ریسرچ کرنا ہوگی تا کہ کپاس پر حملہ آور کیڑے مکوڑوں خاص کر سفید مکھی اور گلابی سنڈی کے خلاف اچھی اقسام کے بیج کاشتکاروں کو آسانی سے دستیاب ہو سکیں** اس سے کاشتکاروں کو کافی فائدہ ہوگا اس طرح نہ صرف اسپرے کی تعداد کم ہوگی بلکہ کپاس کی فی ایکٹر پیداواری لاگت میں کمی کے ساتھ ساتھ فی ایکڑ پیداوار میں بھی اضافہ ہوگا۔ کپاس کی کاشت کے وقت خاص کر جنوبی پنجاب اور سندھ میں غیر متوقع بارشوں، کبھی خشک سالی وسیلاب کا آنا اور درجہ حررات میں اضافہ نے کپاس کی فصل کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے کپاس کے بیج کا اگاؤ پر برا اثر پڑا ہے، فصل کی ابتدائی نمو میں ہی کیڑوں کا حملہ اور اسی طرح فصل جب پھل اٹھا رہی ہوتی ہیں پھول بن رہے ہوتے ہیں ٹینڈوں کے بننے کے وقت بھی کیڑے مکوڑوں کے حملہ کی وجہ سے ٹینڈوں کی تعداد میں کمی اور ان کا وزن کم ہو جاتا ہے جس سے ہماری پیداوار میں کمی آ رہی ہے۔ جڑی بوٹیوں کی بروقت تلفی نہ ہونے سے بھی پیداوار میں کافی کمی واقع ہوتی ہے جس کا نقصان کاشتکار کے ساتھ ساتھ ملک کو بھی اٹھانا پڑ رہا ہے۔ کپاس کی مناسب فصل انشورنس نظام کی عدم موجودگی یا سبسڈی کی شکل میں کوئی بھی سپورٹ سسٹم کے نہ ہونے کے باعث کپاس کے کاشتکاروں میں مایوسی اور بے چینی پھیل رہی ہے۔ کپاس کی پیداوار میں بہتری لانے اور کھیتوں میں اپنے محدود وسائل خرچ کرنے میں کاشتکاروں کی دلچسپی اب ختم ہوتی جا رہی ہے۔ حکومت کو چاہئیے کہ وہ فوری طور پر دیگر اجناس کی طرح کاشت سے پہلے کپاس کی مناسب امدادی قیمت مقرر کر کے اس پر عملداری کو یقینی بنائے تا کہ کاشتکاروں کو کپاس کی طرح بھرپور طریقے سے راغب کیا جا سکے۔ کپاس کی فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے لئے ہمیں یا تو کپاس کے زیر کاشت رقبہ میں اضافہ کرنا ہوگا یا پھر فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے لئے ٹھوس بنیادوں پر عملی اقدامات اٹھانے ہوں گے۔ جہاں تک کپاس کا رقبہ بڑھانے کی بات ہے تو اس میں کچھ مسائل ہیں ایک تو پانی کی کمی ہے، دوسرا کپاس پیدا کرنے والے بڑے دو صوبے پنجاب اور سندھ میں رقبہ بڑھانے کی گنجائش نہیں ہے اور تیسرا مسئلہ یہ کہ کپاس کا دیگر فصلات سے مقابلہ بھی ہے۔

کراپ زوننگ قوانین پر عمل درآمد سے کاٹن زون میں گنے کی کاشت پر پابندی لگائی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ بلوچستان کے کچھ اضلاع سبی، ناصر آباد، قلات ڈویزن اور خیبر پختونخواہ کے ضلع ڈی آئی خان میں کپاس کے رقبہ کو بڑھانے کی گنجائش موجود ہے۔ تاہم ان علاقوں میں زرعی انفراسٹرکچر کی کمی، جغرافیائی لحاظ سے غیر یقینی صورتحال کے علاوہ پانی کی کمی بھی بنیادی رکاوٹ ہے۔ ہماری اصل اوسط فی ایکڑ پیداوار 700 کلوگرام فی ہیکڑ سے لے کر 750 کلوگرام فی ہیکڑ ہے اس کو ہم جدید ٹیکنالوجی و اچھی مینجمنٹ کی بدولت دوگنا یعنی 1500 کلوگرام فی ہیکڑ تک لے جا سکتے ہیں۔ صرف گلابی سنڈی کے حملہ سے ہمیں سالانہ 1.5 سے 2.0 ملین کپاس کی گانٹھوں کا نقصان ہوتا ہے۔ **ایک اندازے کے مطابق کپاس کی ایک لاکھ ملین گانٹھ میں اضافہ کا مطلب 0.5 فیصد جی ڈی پی میں اضافہ ہے اور ایک ملین کپاس کی گانٹھ کی قیمت تقریباً ایک ارب ڈالر بنتی ہے۔** اس وقت کپاس کی کاشتکاری کے نئے اور جدید طریقہ کار کی اشد ضرورت ہے تا کہ ملکی پیداوار مطلوبہ ہدف کو چھو لے۔ پاکستان سنٹرل کاٹن کمیٹی کے ادارے سنٹرل کاٹن ریسرچ انسٹیٹیوٹ ملتان کے زرعی سائنسدان اور دیگر کپاس کے ریسرچ کے ادارے کپاس کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لئے سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور پر تحقیقی کام جاری ہے۔ زمین کی صحت، کھادوں کا مناسب استعمال، کم سے کم پانی سے زیادہ سے زیادہ پیداواری صلاحیت، جڑی بوٹیوں کا انسداد، پودوں کی فی ایکڑ تعداد میں اضافہ، کپاس کی نئی اقسام کی دریافت جو مستقبل کے چیلنجوں جیسا کہ پانی کی کمی، زیادہ درجہ حرارت، کیڑوں کا حملہ اور وائرس کا حملہ جیسے عوامل کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور بائیوٹیکنالوجی کے ذریعہ سے بھی ان تمام خصوصیات والی کپاس پیدا کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ جب ان تمام کاشتی عوامل کا بہتر اشتراک ہوگا تو لامحالہ فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ ہوگا اور اخراجات میں بھی کمی واقع ہوگی۔ امید ہے ان تمام شعبوں میں تحقیقی کام کے نتائج سے فی ایکڑ پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا اور یہ ادارہ ملک کی مستقبل میں کپاس کی ضروریات کو پورا کرنے میں ماضی کی طرح اہم کردار ادا کرتا رہے گا۔

عالم اور شاعر!

ایک عالم اور ایک شاعر کے درمیان صرف ایک سبز کھیت کا فاصلہ ہے۔ اگر عالم اس کو پار کر جائے تو دانشور بن جاتا ہے اور اگر ایک شاعر اس کو پار کر جائے تو وہ عالم بن جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

گلگت بلتستان میں زرعی سیاحت کے مواقع

امتیاز علی، ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت، سکردو

گلگت بلتستان میں زرعی سیاحت زراعت کو سیاحت کے ساتھ ملانے کا ایک انوکھا موقع پیش کرتی ہے جو زائرین کو خطے کے زرعی طریقوں، قدرتی اور ثقافتی ورثے کا ایک حیرت انگیز تجربہ فراہم کرتی ہے۔ یہاں کچھ ممکنہ زرعی سیاحت کے مواقع ہیں۔

۱۔پھلوں کے کٹائی کے تہوار۔ چیری اور خوبانی کے تہوار۔ فصل کی کٹائی کے موسم میں تہواروں کا انعقاد سیاحوں کو اپنے پھل چننے، تازہ پیداوار چکھنے اور مقامی ثقافتی تقریبات میں حصہ لینے میں دلچسپی لے سکتا ہے۔

۲۔فارم سٹیز۔ زائرین کام کرنے والے فارموں پر رہ سکتے ہیں۔ روزانہ کی زرعی سرگرمیوں کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ نامیاتی کاشتکاری کے طریقوں کے بارے میں سیکھ سکتے ہیں اور فارم کے تازہ اجزاء سے بنائے گئے مقامی کھانوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

۳۔گرینڈ فارم ٹور۔ باغات، سبزیوں کے فارموں اور مویشیوں کے کاموں کے تعلیمی دورے پائیدار کاشتکاری کے طریقوں، روایتی طریقوں اور جدید زرعی ٹیکنالوجی کے بارے میں بصیرت فراہم کر سکتے ہیں۔

۴۔کھانے کے تجربات۔ فارم ٹوٹیبل ڈائننگ۔ ریستوران اور کیفے جو مقامی طور پر حاصل کئے گئے اجزاء سے تیار کئے گئے کھانے پیش کرتے ہیں، خطے کی زرعی فصلوں کو نمایاں کر سکتے ہیں۔ کُکنگ کلاسز۔ کلاسز کی پیشکش جہاں سیاح مقامی پیداوار کا استعمال کرتے ہوئے روایتی پکوان بنانا سیکھ سکتے ہیں۔

۵۔ایڈونچر سرگرمیاں

زرعی تجربات کو ایڈونچر ٹورازم کے ساتھ جوڑنا، جیسے پیدل سفر، پہاڑ پر چڑھنا اور کھیتوں اور باغات کے ذریعے ٹریکنگ۔

۶۔ورکشاپ اور تربیت۔ نامیاتی کاشتکاری، شہد کی مکھیاں پالنا، جڑی بوٹیوں کی دوائیوں اور دیگر زرعی مہارتوں پر ورکشاپس سیکھنے میں دلچسپی رکھنے والے سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتی ہیں اور ہینڈ آن سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہیں۔

چین کو پہلی بار چیری کی برآمدات کا خطے پر اثر۔ چین کو چیری کی کامیاب برآمد نے گلگت بلتستان کی معیشت اور کاشتکار برادری پر نمایاں اثرات مرتب کئے ہیں۔ یہاں کچھ اہم اثرات ہیں۔

۱۔معاشی نمو ریونیو میں اضافہ۔ چین کو چیری کی برآمد نے ایک منافع بخش مارکیٹ کھول دی ہے، کسانوں کی آمدنی میں اضافہ اور علاقائی معیشت میں حصہ ڈالا ہے۔ زراعت میں سرمایہ کاری۔ زیادہ منافع نے زرعی بنیادی ڈھانچے جیسے کولڈ اسٹوریج، پیکنگ کی سہولیات اور نقل و حمل میں مزید سرمایہ کاری کی ہے۔

۲۔بہتر زرعی طریقے معیار کے معیارات۔ برآمدی معیارات پر پورا اترنے نے کسانوں کو بہتر کاشت اور فصل کے بعد کے طریقوں کو اپنانے پر مجبور کیا ہے جس سے مصنوعات کے مجموعی معیار کو بہتر بنایا گیا ہے۔

جدت۔ بین الاقوامی منڈیوں کی نمائش نے نئی ٹیکنالوجیز اور طریقوں کو اپنانے کی حوصلہ افزائی کی ہے جس سے پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہوا ہے۔

۳۔بنیادی ڈھانچے کی ترقی کولڈ چین انفراسٹرکچر۔ کولڈ اسٹوریج اور ریفریجریٹڈ ٹرانسپورٹیشن میں سرمایہ کاری چیری کی تازگی کو یقینی بناتی ہے جس سے دیگر خراب ہونے والی اشیاء کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

۴۔سماجی اثرات ملازمت کی تخلیق۔ برآمدی عمل نے کاشتکاری، پیکنگ، لاجسٹکس اور متعلقہ شعبوں میں روزگار کے مواقع پیدا کئے ہیں، روزگار کے مواقع فراہم کئے ہیں اور غربت کو کم کیا ہے۔ کمیونٹی امپاورمنٹ۔ آمدنی میں اضافہ اور ملازمت کے مواقع نے کاشتکاری برادریوں میں بہتر معیار زندگی، بہتر تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال کا باعث بنا ہے۔

۵۔مارکیٹ میں تنوع

کم انحصار۔ بین الاقوامی منڈیوں تک رسائی نے مقامی منڈیوں پر انحصار کم کر دیا ہے جو محدود اور غیر مستحکم ہو سکتا ہے۔

لچک۔ برآمدی منڈیوں میں تنوع کاشتکار برادری کو مقامی مارکیٹ کے اُتار چڑھاؤ کے لئے زیادہ لچکدار بناتا ہے۔

۶۔ثقافتی تبادلہ

عالمی شناخت۔ چیری کی برآمدات کی کامیابی نے گلگت بلتستان کی طرف عالمی توجہ مبذول کرائی ہے، اس کی زرعی مصنوعات کو فروغ دیا ہے اور مزید برآمدات کے امکانات ہیں۔

سیاحت کو فروغ دینا۔ نمائش میں اضافہ خطے کے زرعی طریقوں میں دلچسپی رکھنے والے سیاحوں کو راغب کر سکتا ہے، جس سے زرعی سیاحت کے مواقع میں اضافہ ہوگا۔

نتیجہ۔ زرعی سیاحت اور چین کو چیری کی برآمدات گلگت بلتستان کے زرعی منظر نامے کو تبدیل کر رہے ہیں۔ یہ پیشرفت نہ صرف مقامی معیشت کو فروغ دیتی ہے بلکہ کاشتکاری کے طریقوں، بنیادی ڈھانچے اور کاشتکار برادری کی مجموعی بہبود کو بھی بہتر کرتی ہے۔ خطے کے منفرد زرعی اور ثقافتی پیشکشیں زرعی سیاحت کے لئے نمایاں صلاحیت پیش کرتی ہیں جو اسے مستقبل کی ترقی اور سرمایہ کاری کے لئے ایک امید افزا علاقہ بناتی ہے۔

آزاد کشمیر کی زراعت اور زرعی سفارشات برائے اگست

مطلوب حسین۔ فروٹ اینڈ ویجیٹیبل سپیشلسٹ، آزاد جموں اینڈ کشمیر

آزاد کشمیر 13297 مربع کلومیٹر پر محیط انتہائی متنوع ریاست ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ علاقہ بلندو بالا برف پوش پہاڑوں، نیم پہاڑی وادیوں، بہتے دریاؤں، جھیلوں اور موسمی ندی نالوں پر مشتمل ہے۔ زیر کاشت رقبہ 19345 ہیکٹر ہے جبکہ آبادی 40 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ مکئی، گندم، چاول، باجرہ کاشت ہونے والی اہم فصلیں ہیں جبکہ موسمی سبزیوں کے ساتھ ساتھ پہاڑی اور میدانی علاقوں میں مختلف پھل سیب، خوبانی، ناشپاتی، اخروٹ، لیموں، مالٹا، لوکاٹ اور امرود وغیرہ کاشت کئے جاتے ہیں۔ زیادہ رقبہ بارانی ہے اس لئے کاشتکاری کا انحصار موسمی بارشوں پر ہے۔ مکئی سب سے زیادہ رقبہ پر اگائی جانے والی جبکہ گندم میدانی اور نیم پہاڑی علاقوں میر پور، بھمبر، کوٹلی، مظفر آباد، باغ، راولاکوٹ کے زیریں علاقوں میں کاشت کی جاتی ہے۔ جنوبی اضلاع میر پور اور بھمبر میں باجرے کے ساتھ ساتھ آبپاش رقبوں میں چاول کاشت کیا جاتا ہے۔ پہاڑی علاقوں نیلم ویلی کے ٹھنڈے پانیوں کے ساتھ ساتھ نیم پہاڑی اور ندی نالوں سے آبپاشی دستیاب والے اضلاع مظفر آباد، نیلم ویلی، باغ اور راولاکوٹ میں بھی چاول کاشت کیا جاتا ہے۔

زرعی سفارشات برائے اگست۔

۱۔مکئی: روایتی طور پر مکئی کی کاشت بالائی اضلاع نیلم جہلم ویلی، مظفر آباد، باغ، راولاکوٹ اور حویلی کے برفباری والے علاقوں میں مارچ اپریل میں برف پگھلنے پر کی جاتی ہے۔ جبکہ نیم پہاڑی علاقوں میں اپریل مئی میں ہونے والی بارشوں میں کی جاتی ہے۔ اس سال موسمیاتی تبدیلیوں کے باعث اور بروقت بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے مکئی کی کاشت وسط جولائی سے اگست کے پہلے ہفتہ تک بارشوں کی پھوار ہونے پر کی جا رہی ہے۔ غیر متوازن وتر ہونے کی وجہ سے فصل مکئی کا اگاؤ کہیں کم اور کہیں بہت زیادہ ہے۔ فصل کی کاشت چھٹہ سے کی جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ پودوں کے درمیان مناسب فاصلہ رکھنے کے لئے زیادہ اُگاؤ والی جگہ پر پودوں کی چھدرائی کر دی جائے۔

۲۔نکاسی آب: اس سال غیر یقینی طور پر بعض مقامات پر بہت تیز بارشیں اور دیگر جگہوں پر پھوار کی شکل میں ہو رہی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کھیتوں کو پانی کھڑا ہونے سے بچانے کے لئے نالیاں نکال کر نکاسی کی جائے۔

۳۔مکئی کا اُگاؤ مکمل ہونے پر گوڈی اور جڑی بوٹیوں کی تلفی انتہائی

Scanned with CamScanner

ضروری ہے۔ جہاں تک ممکن ہو فصل کی گوڈی بذریعہ رنبہ، کدال کر کے پودوں کو ٹی چڑھا دیں۔ فصل میں مختلف اقسام کی جڑی بوٹیوں کی تلفی کے لئے اگر جڑی بوٹی مار ادویات کا سپرے کرنا ہو تو چوڑے پتوں والی اور نوکیلے پتوں والی جڑی بوٹیوں کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے ادویات کا انتخاب محکمہ زراعت کی سفارشات کے مطابق کریں اور ادویات کی اتنی مقدار استعمال کریں کہ جڑی بوٹیاں کمزور ہو کر فصل کا مقابلہ برائے حصول خوراک، پانی، ہوا اور روشنی کے قابل نہ رہیں۔

۴۔ فصل میں اس وقت نائٹروجن کی کمی نظر آ رہی ہے اس لئے کیمیاوی کھاد یوریا 7 کلوگرام فی کنال استعمال کریں۔

۶۔ سبزیات: جن زمینداروں نے مرچ، ٹماٹر، بینگن کی پنیریاں کھیتوں میں کاشت کر رکھی ہیں وہ گوڈی کر کے پودوں کے اردگرد مٹی چڑھا دیں تا کہ بارشوں کا پانی فصل میں کھڑا نہ ہو۔ پانی کھڑا ہونے سے مرچ کی فصل فوری طور پر روٹ راٹ کا شکار ہو کر مرجاتی ہے۔ فصل کا معائنہ کرتے ہوئے اگر کوئی پودا مرجھایا ہوا نظر آئے تو اس کو اکھیڑ کر دور لے جا کر جلد دیں تا کہ دیگر پودے پھپھوندی کا شکار نہ ہوں اور فصل پر فوری طور پر پھپھوندی کش زہر کاپر آکسی کلورائیڈ یا ڈائی تھین وغیرہ کا سپرے کرا دیں۔ ٹماٹر کے پودوں کو جھاڑی نما شاخوں بارسی وغیرہ اس طرح سہارا دیں کہ پتے ٹی پر نہ لگیں اور بیماری کے حملے کا شکار نہ ہوں۔

یونیورسٹی آف سرگودھا کی طالبہ کے پی ایچ ڈی تھیسز کا خلاصہ

بدلتے ہوئے موسم کے تغیر میں چاول کی زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے 4 آر نیوٹریئنٹ سیٹورڈ شپ ماڈل 4R Nutrient Stwerdship Model کا استعمال

ڈاکٹر حمیرا رمضان سکالر، ڈاکٹر رائے مکرم علی طاہر سپروائزر

کھادیں دنیا بھر میں غذائی فصلوں کی پیداوار کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ حقیقت میں اندازہ لگایا گیا ہے کہ کھادیں تمام فصلوں کی پیداوار کے 40-60 فیصد اضافہ کرتی ہیں۔ مستقبل کے غذائی تحفظ کے اہداف کو پورا کرنے کے لئے کھاد کے غذائی اجزاء کا ذمہ دارانہ استعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ 4R نیوٹریئنٹ سیٹورڈ شپ ماڈل کو کھاد کی صنعت میں ایک ایسے عمل کے طور پر تیار کیا ہے جو دنیا کے تمام علاقوں میں کھاد کی بہترین انتظامی (BMP) طریقوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ طریقہ اس بڑھتی ہوئی تشویش کی دور کرنے کے لئے ضروری ہے تا کہ کھادیں صحیح طریقے سے استعمال کی جائے اور ماحول کے لئے نقصان کا باعث نہ ہو۔ کھاد کی صنعت کو بہتر غذائی اجزاء کے استعمال کی کارکردگی اور ماحولیاتی استحکام کی حمایت کے لئے (4R) ماڈل کو فروغ دینے میں متحد ہونے کی ضرورت ہے جبکہ کسان کی منافع بخش حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔ چاول زرعی اجناس میں نہایت اہمیت کا حامل ہے ۔پاکستان میں چاول کی فصل 3.0% ویلیو ایڈڈ اور 0.6% جی ڈی پی میں حصہ دار ہے۔ حالیہ تجربات کی روشنی میں چاول کی زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے 4R نیوٹریئنٹ سیورڈ شپ ماڈل کا استعمال نہایت فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔ 4R نیوٹریئنٹ سیٹورڈ شپ ماڈل کا تصور اس بنیاد پر قائم کیا ہے کہ صحیح ذریعہ (Right Source) سے غذائی اجزاء کا اطلاق ہو۔ صحیح شرح (Right Rate) صحیح وقت (Right Time) صحیح جگہ (Right Place) شامل ہے۔ صحیح شرح (Right Rate) فصل کی ضرورت اور مٹی کی خصوصیات کے مطابق کھاد کا انتخاب کرنا اس طریقے سے ایک بڑا حصہ میں مختلف غذائی اجزاء کے درمیان توازن کو برقرار رکھا جا سکتا ہے جو عالمی سطح پر غذائی اجزاء کے استعمال کی کارکردگی بہتر بنانے میں ایک بڑا چیلنج ہے۔ صحیح شرح (Right Rate) کا مطلب فصل کو اس کی ضرورت کے مطابق کھاد دی جائے۔ کچھ کھاد کی مصنوعات کو مٹی کی خصوصیات کی بنیاد پر دوسری کی ترجیح دی جاتی ہے جیسے (pH) کی صحیح شرح کا مطلب ہے فصل کی ضرورت پر لگائی جانے والی کھاد کا ستعمال کرنا بہت زیادہ کھاد استعمال کرنے سے مٹی میں باقی غذائی اجزاء پیدا ہو جاتے ہیں اور ماحول کو نقصان پہنچانے کا سبب بن سکتے ہیں۔ آخر کار فصل کی ضروریات ماحولیاتی حالات اور کسانوں کی معاشی صورتحال کے درمیان توازن قائم رکھنے کے لئے (4R Nutrient Stwerd's Ship Model ۴ آر ماڈل نیوٹریئنٹ سیٹورڈ شپ ماڈل کا استعمال انتہائی کارآمد ہے۔ حالیہ تحقیق سے ثابت ہوا ہے چاول کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کھاد کا مناسب وقت اور جگہ کے مطابق کیا جائے تو پیداواری صلاحیت بہت اچھی حاصل ہوتی ہے۔

امیر المومنین و امام المتقین حضرت مولا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا۔

جو شخص لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتا ہے۔ لوگ اس کی طرف دست تعاون بڑھاتے ہیں۔ اس کی عزت و توقیر کرتے ہیں اور مرنے کے بعد اس کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں۔ لہذا انسان کو چاہئے کہ وہ اس طرح کی زندگی گزارے کہ کسی کو اُس سے شکایت پیدا نہ ہو اور نہ اُس سے کسی کو گزند پہنچے۔ تا کہ اُسے زندگی میں دوسروں کی ہمدردی حاصل ہو اور مرنے کے بعد اُسے اچھے لفظوں میں یاد کیا جائے۔ (نہج البلاغہ)

آہ جو بچھڑ گئے

ڈاکٹر شیر محمد شہزاد مرحوم ،شعبہ سائل سائنسز، جامعہ سرگودھا

کون جانے کہ بچھڑے لوگ کہاں جاتے ہیں
ہم کو اتنا معلوم ہے کہ بس کھو جاتے ہیں
بھول جاتے ہیں تفکرات زمانہ میں شفیق
ٹھہر ٹھہر کے، کبھی کبھی، پھر یاد آتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ 'ہر ذی روح کو ایک نہ ایک دن اپنے خالق حقیقی کے پاس واپس جانا ہے'۔ مگر بعض لوگ زندگی کو اتنا متوازن اور خوبصورت انداز میں گزار کر جاتے ہیں کہ ان کی یادیں چاہنے والوں کے دلوں میں برسوں تازہ رہتی ہیں۔ گزشتہ ماہ زرعی کالج یونیورسٹی آف سرگودھا کے شعبہ سائل سائنسز کے ایسوی ایٹ پروفیسر جناب ڈاکٹر شیر محمد شہزاد بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ آپ کی موت نے عزیز واقرباء، دوست احباب اور خاندان کو آنسوؤں میں دھکیل دیا۔ رئیس جامعہ سرگودھا پروفیسر ڈاکٹر قیصر عباس، جملہ اساتذہ کرام اور انتظامی افسران، ڈاکٹر خالد حمید چیئرمین تارہ گروپ پاکستان، اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی آخری منازل آسان فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

چیف ایڈیٹر دو آب

پاکستان میں پنیر پراسیسنگ ویسٹ سے غذائیت سے بھرپور وہے Whey ڈرنکس تیار کرنا

پروفیسر ڈاکٹر عمیر ارشد باجوہ۔ جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

خوراک کا ویسٹ ایک اہم عالمی چیلنج ہے جو ماحولیاتی انحطاط اور معیشت کے ناکارہ ہونے میں معاون ہے۔ پاکستان میں خوراک کے فضلے کا انتظام ایک ابھرتی ہوئی تشویش ہے، خاص طور پر ڈیری اور پنیر کی پروسیسنگ کی صنعت میں اہم مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ایک امید افزا راستہ پنیر کی پروسیسنگ ویسٹ کو غذائیت سے بھرپور مشروبات میں دوبارہ تیار کرنا ہے۔ یہ نقطہ نظر نہ صرف ماحولیاتی اثرات کو کم کرتا ہے بلکہ کاروبار کے نئے مواقع بھی کھولتا ہے جو پاکستان کی معیشت میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔

پاکستان اپنے مضبوط زرعی شعبے کے ساتھ کافی خوراک کا ویسٹ پیدا کرتا ہے، خاص طور پر ڈیری پروسیسنگ سے۔ پنیر کی پیداوار پاکستان میں ایک بڑھتی ہوئی صنعت ہے، جس کے نتیجے میں بڑی مقدار میں Whey پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ضمنی پیداوار اکثر ویسٹ کے طور پر ضائع کر دی جاتی ہے۔ یہ نا صرف ممکنہ غذائی اجزاء کے نقصان کی نمائندگی کرتا ہے بلکہ اس کے نامیاتی مواد کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی میں بھی حصہ ڈالتا ہے۔ Whey ایک

Scanned with CamScanner

غذائیت سے بھرپور ضمنی پروڈکٹ، دودھ کو دہی اور پنیر بنانے کے بعد جو مائع باقی رہ جاتی ہے وہ پروٹین، لیکٹوز، وٹامنز اور معدنیات سے بھرپور ہوتا ہے۔ تاریخی طور پر ایک ویسٹ کی مصنوعات سمجھی جاتی ہے۔ Whey نے اپنے ممکنہ غذائی فوائد کے لئے توجہ حاصل کی ہے۔ Whey کو قابل استعمال مصنوعات میں تبدیل کرنا ماحولیاتی ذمہ داری کو معاشی اثاثے میں تبدیل کرسکتا ہے۔ Whey پر مبنی مشروبات کی نشو ونما میں کئی مراحل شامل ہیں۔ بشمول پاسچرائزیشن، اضافی غذائی اجزاء کے ساتھ مضبوطی اور ذائقہ میں اضافہ۔ ان مشروبات کو مختلف غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے جو صارفین کے لئے کم قیمت، زیادہ پروٹین کا آپشن پیش کرتے ہیں۔ مقامی ذائقوں اور ثقافتی طور پر ترجیحی اجزاء کو شامل کرنے سے پاکستان میں Whey والے مشروبات کی مارکیٹیبلٹی میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔ Whey کو دوبارہ تیار کرنے سے ویسٹ کا حجم کم ہوجاتا ہے جس کا انتظام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح پنیر کی پیداوار کے ماحولیات اثرات کو کم کیا جاتا ہے۔ **Whey کا استعمال خام مال کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرتا ہے۔ ایک سرکلر اکانومی کو فروغ دیتا ہے جہاں ضمنی مصنوعات ضائع نہیں ہوتیں بلکہ دوبارہ تیار کی جاتی ہیں۔** مناسب طریقے سے پروسیس شدہ Whey کی مصنوعات نامیاتی آلودگیوں کو آبی ذخائر میں چھوڑنے سے روکتی ہیں اس طرح آبی ماحولیاتی نظام کی حفاظت ہوتی ہے اور پانی کی صفائی کے اخراجات کو کم کیا جاتا ہے اور whey پر مبنی مشروبات ایک نئی صارف مارکیٹ کھولتے ہیں، خاص طور پر صحت کے بارے میں شعور رکھنے والے افراد اور ایتھلیٹس کے درمیان جو سستی پروٹین کے ذرائع کی تلاش میں ہیں۔ Whey والے مشروبات کی پیداوار اور مارکیٹنگ روزگار کے مواقع پیدا کرتی ہے اور مقامی معیشتوں کو متحرک کرتی ہے۔ ڈیری فارمرز سے لے کر پروسیسنگ پلانٹ کے کارکنوں اور تقسیم کے نیٹ ورک تک مناسب برانڈنگ اور کوالٹی انشورنس کے ساتھ۔ پاکستانی whey کے مشروبات کے برآمد کے لئے پوزیشن میں لایا جاسکتا ہے۔ عالمی صحت اور تندرستی کی مارکیٹ میں رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ Whey کو دوبارہ تیار کرنا ڈیری انڈسٹری میں تنوع کو فروغ دیتا ہے، روائتی پنیر اور دودھ کی مصنوعات پر انحصار کم کرتا ہے اور دودھ کی مصنوعات کی مانگ پیدا کرکے، Whey کے مشروبات کی پیدوار دیہی معیشتوں کو سہارا دے سکتی ہے اور چھوٹے پیمانے پر ڈیری فارمرز کی روزی روٹی کو بہتر بناسکتی ہے۔ مزید Whey کی دوبارہ تیاری پائیدار ترقی پر مرکوز بین الاقوامی ایجنسیوں سے سرمایہ کاری اور تعاون کو راغب کرسکتی ہے۔ مختصراً پنیر کی پروسیسنگ ویسٹ کو غذائیت سے بھرپور Whey کے مشروبات میں تبدیل کرنا پاکستان کے لئے کھانے کے ویسٹ کو حل کرنے، ماحولیاتی استحکام میں مدد دینے اور اقتصادی ترقی کو آگے بڑھانے کا ایک زبردست موقع فراہم کرتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے فائدہ اٹھا کر پاکستان نہ صرف اپنے ماحولیاتی اثرات کو کم کرسکتا ہے بلکہ نئے کاروباری سلسلے بھی تشکیل دے سکتا ہے جو خوراک کی حفاظت اور اقتصادی لچک کو بڑھاتے ہیں۔ جدید فوڈ ٹیکنالوجیز اور پائیدار طریقوں کا انضمام اس اقدام کی مکمل صلاحیت کو بروئے کار لانے کے لئے انتہائی اہم ہوگا جو بالآخر پاکستان کے مزید پائیدار اور خوشحال مستقبل میں اپنا حصہ ڈالے گا۔ پاکستان کی ڈیری انڈسٹری، وسیع ہونے کے باوجود، خاص طور پر Whey کی شکل میں جو پنیر کی پیداوار کا ایک ضمنی پروڈکٹ ہے، نمایاں خوراک کا ویسٹ پیدا کرتی ہے۔ مناسب طریقے سے دوبارہ تیار کیا گیا۔ یہ اقدام عالمی سطح پر غذائیت سے بھرپور خوراک کے استعمال کو بہتر بنانے کے GAIN(Global Allience for Imrpoved Nutrition) کے مشن سے ہم اہنگ ہے۔ GAIN نے پاکستانی پنیر کی پروسیسنگ صنعتوں کو ویسٹ کو قابل استعمال مشروبات میں تبدیل کرنے کے طریقے تیار کرنے کے لئے تکنیکی مدد فراہم کی۔ اس میں ضروری غذائی اجزاء کے ساتھ مضبوطی اور مصنوعات کی حفاظت اور معیار کو یقینی بنانا شامل ہے۔ اس اقدام میں ڈنمارک کی صنعتوں، خاص طور پر ارلا فوڈ انگریڈینٹس (Arla Food Ingredients) کی شمولیت بہت اہم تھی۔ ڈیری پروڈکشن میں عالمی رہنما ارلا نے ویسٹ کی پروسیسنگ میں وسیع تجربہ اور مہارت حاصل کی۔ مزید برآں پاکستان میں ڈنمارک کے سفارت خانے نے اس کی شراکت داری میں سہولت کار کا کردار ادا کیا، سفارتی مدد فراہم کی اور پاکستانی اور ڈنمارک کے اسٹیک ہولڈرز کے درمیان تعاون کو فروغ دیا۔ GAIN، ڈینش انڈسٹریز، ڈینش ایمبیسی اور پاکستانی پنیر پروسیسنگ انڈسٹریز کے درمیان تعاون پاکستان میں خوراک کے ضیاع اور غذائی قلت سے نمٹنے کے لئے ایک جامع نقطہ نظر کی نمائندگی کرے گا۔ پنیر کی پروسیسنگ کے ویسٹ کو غذائیت سے بھرپور Whey والے مشروبات میں تبدیل کرکے یہ اقدام نہ صرف بہتر غذائی اور ماحولیاتی استحکام میں معاون ثابت ہوگا بلکہ اقتصادی ترقی اور ترقی کو فروغ دیتے ہوئے کاروبار کے نئے مواقع بھی کھولے گا۔

لسبیلہ بلوچستان میں زراعت

ڈاکٹر شاداب شوکت، لسبیلہ یونیورسٹی، بلوچستان

لسبیلہ کاشت کے لحاظ سے سب سے زیادہ زرخیز ضلع ہے۔ اہم فصل گندم ہے جس کے بعد ارنڈ، تل، گوڑ کے بیج اور چارہ ہے۔ سبزیوں میں پیاز اور لال مرچیں شامل ہیں اور پھل جیسے کیلے، چیکو اور پپیتا اُگائے جاتے ہیں۔ آبپاشی کے تین اہم ذرائع ہیں، نہریں، ٹیوب ویل اور کھودے گئے کنویں۔ 13053 ہیکٹر کے رقبے کے ساتھ زیادہ تر فصل کا کاشت کو ٹیوب ویلوں کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے، جس میں آبپاشی کے کل ذرائع کا 63% رقبہ 3421 ہیکٹر کو سیراب کرتی ہیں۔ اس کے مطابق صوبے میں ضلع کے حصص بالترتیب تقریبا 2%، 4% اور 5% ہیں جب کہ جغرافیائی رقبے کا حصہ تقریباً 4% ہے۔

مکران کے ساحل کا لسبیلہ ممکنہ طور پر بہت زیادہ پیداواری علاقہ ہے۔ ٹیوب ویل سے آبپاشی کے ذریعے زمین کی کاشت ممکن ہوئی ہے۔ فصل کی کاشت کے علاوہ پھلوں کی کاشت کاری بھی لسبیلہ میں زراعت کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ اس علاقے کی رینج لینڈ کو جانوروں کے چرنے کے لئے پیش کیا جارہا ہے جو کہ غیر معمولی طور پر اہم ہے۔ روایتی طور پر یہ علاقہ ہمیشہ بارش کے پانی یا جانوروں سے چلنے والے کنوؤں کے ذریعے کاشت کیا جاتا ہے۔ پانی کی سطح کم ہونے کی وجہ سے علاقے کی موجودہ ہائیڈرولوجیکل حالت روایتی طریقے کو جاری رکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس مسئلے پر قابو پانے کے لئے حکومت بلوچستان نے الیکٹرک پمپنگ مشین کیلئے رعایتی نرخوں پر بجلی فراہم کی ہے لسبیلہ اپنے آف سیزن ٹماٹر کی کٹائی کے لئے بہت مشہور ہے، یہ نہ صرف معیاری ٹماٹر پیدا کرتا ہے بلکہ سردیوں میں فصل کے لئے تیار ہے جہاں ملک کے دیگر حصوں میں ٹماٹر کٹائی کے لئے تیار نہیں ہوتے اس لئے کسانوں کو بہترین قیمت فراہم کرتے ہیں۔ بلوچستان میں کپاس کی کاشت کرنے والے اہم اضلاع لسبیلہ، سبی، خضدار، خاران، نوشکی، نصیر آباد وغیرہ ہیں۔ لسبیلہ خضدار اور خاران جیسے اضلاع میں پیدا ہونے والی کپاس خشک اور معتدل موسم اور کافی دھوپ کی وجہ سے اعلیٰ معیار کی ہوتی ہے۔ مذکورہ چھ کپاس پیدا کرنے والے اضلاع میں سے لسبیلہ میں ایک جننگ فیکٹری ہے۔ باقی اضلاع میں پیدا ہونے والی کپاس تاجر خرید کر سندھ اور پنجاب منتقل کررہے ہیں۔ تیز دھوپ، کم آلودگی اور ہوا دار موسم کی وجہ سے بلوچستان میں پیدا ہونے والی کپاس اچھی کوالٹی کی ہوتی ہے اور پنجاب اور سندھ کی منڈیوں میں مہنگے داموں فروخت ہوتی ہیں۔

تفتیش

ساس بہو کا جھگڑا جب ویمن تھانے آیا ہے
تفتیشی آفیسر نے بس دو فقروں میں نمٹایا ہے
اللہ! ایسی نائس میچنگ تم نے کس سے سیکھی ہے
اللہ! یہ جوڑا تم نے کس ٹیلر سے سلوایا ہے

Scanned with CamScanner

ICS SEEDS
TARA SEEDS
کوالٹی میں نمبر1
مارکیٹ لیڈر
ICS-888
HYBRID RICE SEED
NET WEIGHT 5KG
TARA SEEDS
TARA-786
PREMIUM QUALITY
HYBRID RICE SEED
NET WEIGHT 5KG
لمبی مونجر
بھرپور پیداواری صلاحیت
(150) من تک
زیادہ وزنی دانے
زیادہ پیداواری صلاحیت
(150) من تک
UAN:+92-42-111-22-33-88
Web: www.taragroup.com.pk

Scanned with CamScanner

ماہنامہ

دوآب

ISSN 2306-6563
VOLUME 09 ISSUE 01 AUGUST 2024

University of Sargodha
1929

Tara Group™

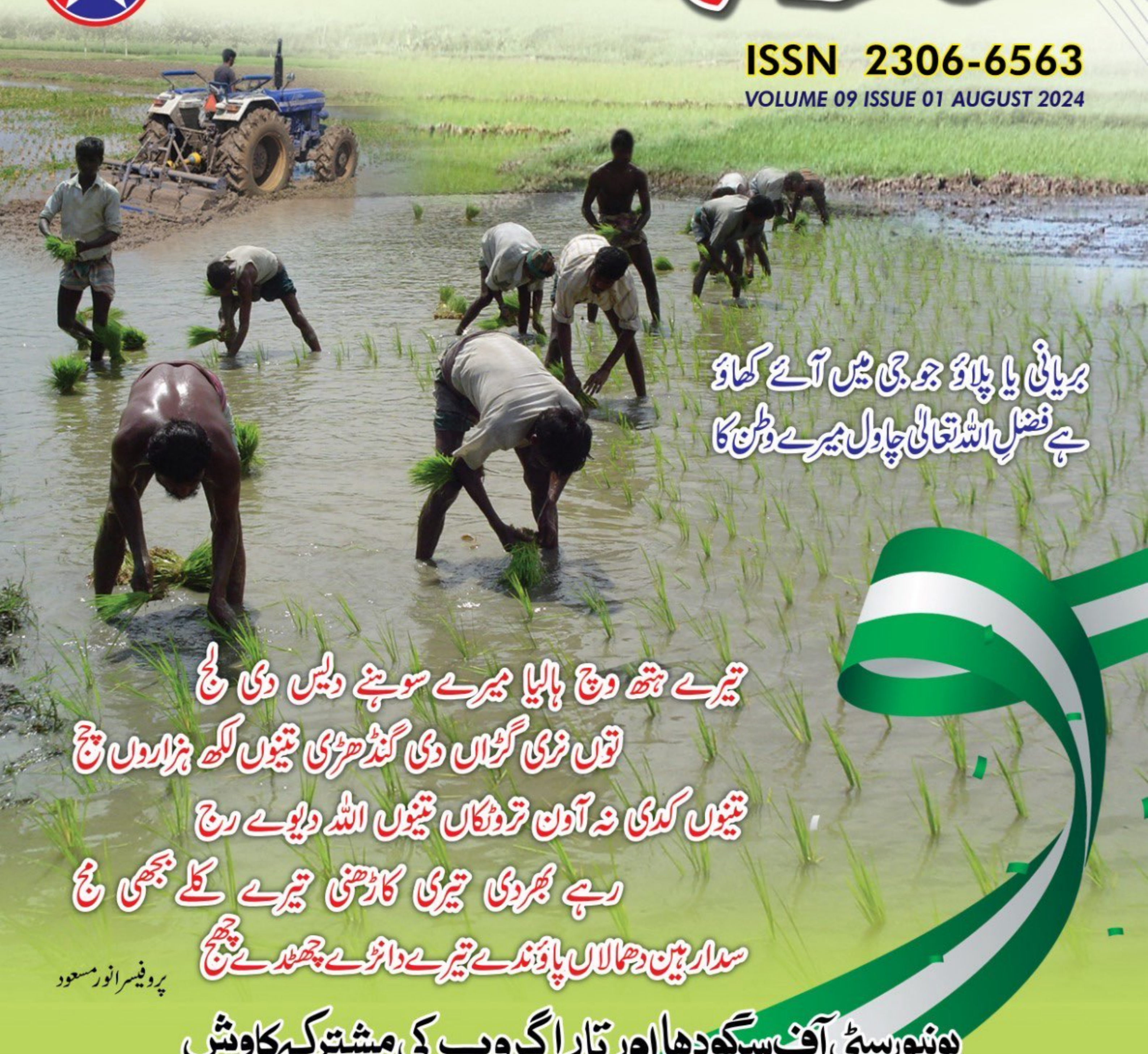

یونیورسٹی آف سرگودھا اور تارا گروپ کی مشترکہ کاوش

www.uos.edu.pk www.taragroup.com.pk Project # 03/06/03388

Scanned with CamScanner